✿✿✿ تقریر ✿✿✿

تقریر بابت والدین
وقت 5-7منٹ

# بچے ہماری تقریریں کم اور زندگی زیادہ یادرکھتے ہیں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (الفرقان:74)

کہ اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔

یہ دولت تو نے مجھ کو اے خدا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

**میرے عزیز ساتھیو!** آج جس موضوع پر مجھے اپنے خیالات کا اظہار کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے، وہ بظاہر نہایت سادہ اور عام فہم ہے، لیکن اگر ہم تدبّر کی نگاہ سے دیکھیں تو یہ حقیقت ہماری پوری زندگی اور ہماری نسلوں کے مستقبل کا رخ موڑنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ آج کا عنوان ہے: ”بچے ہماری تقریریں کم اور زندگی زیادہ یاد رکھتے ہیں۔“

ہم اکثر بچوں کو نصیحتوں کے انبار لگا دیتے ہیں: ”سچ بولو، نماز پڑھو، قرآن کی تلاوت کرو، بڑوں کا احترام کرو، غصّے سے بچو اور کسی کا دل نہ دکھاؤ۔“ لیکن کیا کبھی ہم نے ٹھنڈے دل سے سوچا ہے کہ بچہ ہماری زبان کے الفاظ سے زیادہ ہمارے افعال کی روشنی کو دیکھتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ بچے ہماری زبانوں سے نہیں، ہماری زندگی سے سیکھتے ہیں۔

اگر ہم بچے کو تلقین کریں کہ ”بیٹا! ہمیشہ سچ بولنا“ اور وہ اگلے ہی لمحے ہمیں خود جھوٹ بولتے دیکھ لے، تو وہ ہماری لمبی تقریر کو بھول جائے گا، مگر ہمارا وہ ایک عمل اس کے نقشِ قدم پر جم جائے گا۔ اگر ہم کہیں کہ ”نماز مؤمن کی معراج ہے“، مگر اذان کے وقت خود موبائل یا دنیاوی کاموں میں مگن رہیں، تو بچہ ہماری زبان سے زیادہ ہماری ترجیح کو سمجھے گا۔ اس کے برعکس، اگر اذان کی صدا سنتے ہی ہم سب کچھ چھوڑ کر اللہ کے حضور کھڑے ہو جائیں، تو ہمیں نماز کی اہمیت پر لمبی تقریروں کی حاجت ہی نہ رہے گی۔

**حاضرینِ گرامی!** ہماری عملی زندگی ہی ہماری سب سے بڑی اور مؤثر ترین تقریر ہے۔ قرآنِ کریم ہمیں اسی رازِ حیات کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طٰہٰ:132) یعنی اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود بھی اس پر ثابت قدم رہ۔

غور فرمائیے! باری تعالیٰ نے صرف حکم دینے پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ ساتھ ہی ”وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا“ کا فرمانِ عظیم جاری کیا کہ خود بھی اس پر قائم رہو۔ یہی اصل تربیتی نقطہ ہے۔ جب والدین بچوں سے کہتے ہیں کہ ”نماز پڑھو“، تو بچہ زبان سے بولے نہ بولے، اس کی معصوم نگاہیں خاموشی سے پوچھتی ہیں: امی! ابو! کیا آپ نے نماز پڑھ لی ہے؟

قرآنِ مجید کی ایک اور آیتِ مبارکہ ہماری ذمہ داری کا دائرہ یوں واضح کرتی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (التحریم:6) کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔ یہ ذمّہ داری صرف اچھے اسکولوں کی فیسیں ادا کرنے، عمدہ لباس پہنانے یا مادّی مال و متاع جمع کرنے تک محدود نہیں۔ بلکہ سب سے بڑی ذمّہ داری یہ ہے کہ بچے کا دل اللہ تعالیٰ کی محبّت سے لبریز ہو جائے، اسے سچائی سے پیار ہو اور بدی سے نفرت۔

**میرے عزیز دوستو!** حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اولاد کی تربیت کا وہ زرّیں اصول بیان فرمایا ہے جو ہمارے گھروں میں انقلاب برپا کر سکتا ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں:

"خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لئے سعی اور دعا کرو۔ جس قدر کوشش تم ان کے لئے مال جمع کرنے کی کرتے ہو اسی قدر کوشش اس امر میں کرو۔"

(ملفوظات، جلد 8، صفحہ 109)

سبحان اللہ! کتنی گہری اور حکمت سے بھرپور بات ہے! حضرت مسیح موعودؑ نصیحت کے ساتھ ساتھ خود "عمل" کو شرط اوّل قرار دیتے ہیں۔ اگر چاہتے ہو کہ بچہ سچا بنے، تو پہلے خود سچائی کا مجسّمہ بنو۔ اگر چاہتے ہو کہ بچہ نماز کا پابند ہو، تو پہلے خود محراب و منبر کو آباد کرو۔ اگر چاہتے ہو کہ بچہ ادب سے بات کرے، تو پہلے خود اپنے لحن کو نرم کرو۔ یاد رکھیے! بچے ہماری انگلی پکڑ کر چلنا سیکھتے ہیں، ہماری زبان پکڑ کر نہیں۔ سیرتِ مطہّرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ اپنی اولاد کے لیے صرف ظاہری اقدامات پر بس نہیں کرتے تھے، بلکہ ان کی روح کو دعاؤں سے سیراب کرتے تھے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں جس میں مَیں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔"

(ملفوظات، جلد 8 صفحہ 110)

کیا خوبصورت نقشہ ہے! ایک باپ جو اپنی ہر نماز میں اپنی نسلوں کے لیے گڑگڑاتا ہے اور آپؑ کے ان اشعار کی گونج تو آج بھی ہمارے دلوں کو گرماتی ہے:

بنا اِن کو نکو کار و خِرد مند
کرم سے اِن پہ کر راہِ بدی بند
ہدایت کر انہیں میرے خداوند
کہ بے توفیق کام آوے نہ کچھ پند
تو خود کر پرورش اے میرے اخوند
وہ تیرے ہیں ہماری عُمر تا چند

**معزز حاضرین!** سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچوں کی نفسیات اور تربیت کے حوالے سے ایک نہایت دلنشین پہلو کی طرف توجہ دلائی ہے کہ بچوں کی تربیت کا مؤثر ذریعہ محض خشک وعظ نہیں، بلکہ انبیاء و اولیاء کے ایمان افروز واقعات اور کہانیاں ہیں، جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ خود بچوں کو انبیائے کرام کے قصّے سنایا کرتے تھے۔

(الفضل، 28 مارچ 1939ء)

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے 3 جولائی 1998ء کے خطبہ جمعہ میں بچوں کو عزّت دینے اور ان کی شخصیّت کے احترام کی تلقین فرمائی۔ بچہ چھوٹا سہی، لیکن اس کے سینے میں بھی ایک نازک دل اور جذبات ہوتے ہیں۔ ڈانٹ کر شاید ہم اسے کچھ دیر کے لیے خاموش کر دیں، لیکن محبت اور احترام سے ہم اس کا دل جیت سکتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 14 جولائی 2017ء کے خطبہ جمعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی زرّیں ارشاد پیش فرمایا کہ:

"خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لئے سعی اور دعا کرو۔"

اس ارشاد کی روشنی میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو اپنے جائزے لینے کی نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کو سامنے رکھتے ہوئے ہر احمدی کو اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو اپنی اولادوں کی تربیت کے لیے اپنے نیکی کے نمونے قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ہم خود سچائی پر قائم نہیں، اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے نہیں، اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والے نہیں، عبادات کی طرف توجہ دینے والے نہیں، حقوق العباد ادا کرنے والے نہیں تو پھر ہماری نصائح کا بھی بچوں پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔"

یہ بات کتنی گہری ہے! بچے سے کہنا آسان ہے: "غصّہ نہ کرو!" لیکن اپنے غصّے پر قابو پانا مشکل ہے۔ بچے سے کہنا آسان ہے: "قرآن پڑھو!" لیکن خود قرآن کھول کر بیٹھنا زیادہ مؤثر ہے۔ اسی کا نام عملی تربیت ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مبارک حدیثِ نبوی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے جسے حضورِ انور ایدہ اللہ نے 14 نومبر 2008ء کے خطبہ جمعہ میں بیان فرمایا:

مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ

(سنن الترمذی)

کہ کسی باپ نے اپنی اولاد کو اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہتر عطیہ نہیں دیا۔

آج کا بچہ صرف جیب خرچ یا نیا موبائل نہیں مانگتا، وہ آپ کی توجہ مانگتا ہے! وہ آپ سے پوچھتا ہے: "امّی، ابو! کیا آپ کے پاس میرے ساتھ بیٹھنے کا کچھ وقت ہے؟"

مال و دولت فنا ہو سکتی ہے، لیکن بہترین کردار وہ سرمایہ ہے جو نسل در نسل قائم رہتا ہے۔

ذرا تصوّر کیجیے! ایک بچے کو راستے میں گرے ہوئے پیسے ملتے ہیں۔ اگر والد اسے سکھائے کہ "یہ ہمارا حق نہیں" اور جا کر مالک کو تلاش کر کے رقم لوٹا دے، تو والد نے سچائی پر ایک گھنٹے کی تقریر نہیں کی بلکہ اس ایک عمل نے بچے کے دل پر دیانتداری کا وہ نقش ثبت کر دیا جو زندگی بھر نہیں مٹ سکتا۔

قرآنِ کریم کی وہ شاہکار دعا ہر وقت ہماری زبان پر ہونی چاہیے:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (الفرقان:74)

کہ اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔

**سامعین!** آئیے آج ہم یہ عزمِ صمیم کریں کہ ہم اپنی زبان سے زیادہ اپنے عمل سے بولیں گے۔ ہم سچ بولیں گے تاکہ ہماری نسلیں سچائی کی خوگر بنیں۔ ہم نمازوں کو قائم کریں گے تاکہ ہمارے بچے محراب سے جڑیں۔ ہم محبت بانٹیں گے تاکہ ہمارے گھر امن کا گہوارہ بنیں۔

ہم اپنی زندگی کو ایسی کتاب بنائیں گے جسے پڑھ کر ہماری آنے والی نسلیں فخر سے کہہ سکیں:

"ہمارے والدین نے ہمیں صرف اچھی باتیں سنائی نہیں تھیں، بلکہ انہوں نے ہمیں ایک پاکیزہ زندگی جی کر دکھائی تھی!"

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عملی نمونے سے اپنی اولاد کی بہترین تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہماری نسلوں کو نیک، صالح اور خادمِ دین بنائے اور انہیں تازیست خلافتِ احمدیہ کے ساتھ وفا اور اخلاص کے تعلق میں قائم رکھے۔ آمین

مجھے اپنی ایک تحریر اس سلسلہ میں یاد آ رہی ہے۔ مَیں اسے یہاں بیان کرنا چاہوں گا۔

"انسان مرتا ہے تو صرف اس کا جسم دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ اس کی بہت سی چیزیں جانے سے انکار کر دیتی ہیں۔ کسی کے چلنے کا انداز، کسی کے بولنے کی نرمی، کسی مشکل گھڑی میں خود کو سنبھالنے کا ہُنر، کسی بھوکے کو دیکھ کر بے چین ہو جانے والی آنکھ، کسی کے دکھ پر خاموشی سے ہاتھ رکھ دینے کی عادت... یہ سب موت کے ساتھ دفن نہیں ہوتے۔ یہ کسی نہ کسی دل میں اپنا گھر بنا لیتے ہیں اور پھر نسلوں تک سفر کرتے رہتے ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں ہمارے والدین نے جنم دیا، مگر حقیقت شاید اس سے کہیں وسیع ہے۔ ہمیں صرف دو انسان جنم نہیں دیتے۔ ہمارے وجود کی تعمیر میں اَن گنت خاموش ہاتھ شامل ہوتے ہیں۔ وہ بزرگ جن کی انگلی پکڑ کر ہم نے چلنا سیکھا، وہ عورتیں جنہیں دیکھ کر ہمیں معلوم ہوا کہ گھر صرف اینٹوں سے نہیں، مزاج سے بنتا ہے، وہ مرد جن کے کردار نے ہمیں بتایا کہ وقار شور نہیں کرتا... سب ہمارے اندر کہیں نہ کہیں آباد ہو جاتے ہیں۔ کبھی ہم کسی مصیبت میں اچانک اپنے آپ کو غیر معمولی مضبوط پاتے ہیں اور حیران ہوتے ہیں کہ یہ حوصلہ کہاں سے آیا؟۔ شاید کسی بزرگ کی زندگی سے آیا تھا۔ کبھی کسی اجنبی کے دُکھ پر دل بے اختیار نرم پڑ جاتا ہے۔ شاید کسی دادی کی خدمت گزاری ابھی ہمارے اندر سانس لے رہی ہوتی ہے۔ کبھی ہم تنہائی میں بھی اپنے ربّ سے تعلق نہیں توڑ پاتے۔ شاید کسی ماں یا نانی کی وہ عبادت، جسے ہم بچپن میں محض ایک معمول سمجھتے تھے، ہماری روح میں اپنا چراغ رکھ گئی ہوتی ہے۔ بزرگ ہمیں ہمیشہ نصیحتوں سے نہیں بناتے۔ بعض اوقات وہ ہمیں صرف اپنی زندگی دکھا کر بنا جاتے ہیں۔ یہی تربیت کی سب سے گہری صورت ہے۔ الفاظ کانوں تک پہنچتے ہیں، مگر کردار خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ اسی لیے گھر میں بچوں سے کہی ہوئی ہزار باتیں بھلا دی جاتی ہیں، مگر وہ ایک منظر نہیں بھولتا جس میں انہوں نے اپنی ماں کو کسی مجبور کی مدد کرتے دیکھا تھا۔ وہ ایک صبح نہیں بھولتی جب دادا بیماری

کے باوجود نماز کے لیے اٹھے تھے۔ وہ ایک جملہ نہیں بھولتا جو کسی بزرگ نے غصّے کے عالَم میں بھی زبان سے نہیں نکلنے دیا تھا۔ **بچے ہماری تقریریں کم اور ہماری زندگی زیادہ یاد رکھتے ہیں** اور شاید یہی انسان کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔

ہم ہر لمحہ اپنی آنے والی نسلوں کے لیے کچھ لکھ رہے ہیں… اپنے رویّوں سے، اپنے فیصلوں سے، اپنی ترجیحات سے، حتیٰ کہ اپنی خاموشیوں سے بھی۔ ہم انہیں صرف جائیداد، نام، تعلیم یا دولت نہیں دے رہے ہوتے، ہم انہیں یہ بھی سکھا رہے ہوتے ہیں کہ طاقت ملے تو کیا کرنا ہے، کمزوری آئے تو کیسے جینا ہے، کسی کا دل ٹوٹ جائے تو کیا رویّہ رکھنا ہے اور تنہائی میں انسان اپنے ربّ کے ساتھ کیسا ہوتا ہے۔ اس لیے کبھی کبھی اپنے بچوں کو دیکھنے سے پہلے اپنے آپ کو دیکھ لینا چاہیے۔ کیونکہ ممکن ہے وہ ہماری باتیں نہ دہرائیں، مگر ہماری زندگی ضرور دہرا دیں۔

ہم اپنی اولاد کو دنیا میں بھیجتے ہوئے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں مستقبل دے رہے ہیں۔ حقیقت میں وہ ہمارے ماضی کو بھی اپنے ساتھ مستقبل میں لے جا رہے ہوتے ہیں۔ ہم میں ہمارے بزرگوں کے گزرے ہوئے دن زندہ رہتے ہیں۔ شاید یہی نسلوں کا سب سے عجیب اور مقدس رشتہ ہے: جو گزر گئے، وہ مکمل طور پر گزرے نہیں، جو ابھی آئے بھی نہیں، وہ کسی نہ کسی صورت ہم میں موجود ہیں۔ اس لیے انسان کو اپنی زندگی صرف اپنے لیے نہیں گزارنی چاہیے۔ کیا خبر ہماری ایک نیکی کسی ایسے شخص کی زندگی میں پہنچ جائے جسے ہم کبھی دیکھ بھی نہ پائیں۔ کیا خبر ہماری ایک دعا کسی آنے والی نسل کی روح کا سہارا بن جائے۔ کیا خبر ہمارے ضبط سے کسی بیٹے کو صبر ملے، ہماری دیانت سے کسی پوتے کو راستہ ملے، ہماری عبادت سے کسی نواسی کے دل میں خدا کا چراغ روشن ہو جائے۔ تب سمجھ آتا ہے کہ انسان کی اصل عمر اس کے سانسوں کی تعداد نہیں۔ اصل عمر وہ ہے جتنی دیر تک اس کا کردار کسی اور انسان کے اندر زندہ رہتا ہے۔ شاید اسی لیے کچھ لوگ مر کر بھی نہیں مرتے۔ وہ اپنے بچوں کی آنکھوں میں نہیں، ان کے فیصلوں میں زندہ رہتے ہیں۔ اپنی اولاد کی آواز میں نہیں، ان کے لہجے کی نرمی میں زندہ رہتے ہیں۔ اپنے گھروں میں نہیں، ان گھروں میں زندہ رہتے ہیں جو ان کے بعد آباد ہوتے ہیں اور شاید ہماری زندگی کا سب سے خوب صورت سوال یہی ہے:

**جب ہم دنیا سے چلے جائیں گے تو ہمارے اندر کا کون سا حصہ کسی اور انسان کے اندر زندہ رہے گا؟"**

(ماہنامہ قندیل ادب لندن، ستمبر 2026ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

" پس وہ کام کرو جو اولاد کے لئے بہترین نمونہ اور سبق ہو اور اس کے لئے ضروری ہے کہ سب سے اوّل خود اپنی اصلاح کرو۔ اگر تم اعلیٰ درجہ کے متقی اور پرہیزگار بن جاؤ گے اور خدا تعالیٰ کو راضی کر لوگے تو یقین کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرے گا۔ قرآن شریف میں خضر اور موسیٰ علیہما السلام کا قصّہ درج ہے کہ ان دونوں نے مل کر ایک دیوار کو بنا دیا جو یتیم بچوں کی تھی وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا۔ ان کا والد صالح تھا۔ یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ آپ کیسے تھے۔ پس اس مقصد کو حاصل کرو اولاد کے لئے ہمیشہ اس کی نیکی کی خواہش کرو۔"

**(ملفوظات جلد 8 صفحہ 110 ایڈیشن 1984ء)**

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

" اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مَیں صالح اور خدا ترس اور خادم دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی نرا ایک دعویٰ ہی ہو گا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ پیدا کرے۔ اگر خود فسق و فجور کی زندگی بسر کرتا ہے اور منہ سے یہ کہتا ہے کہ مَیں صالح اور متقی اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اپنے اس دعویٰ میں کذّاب ہے۔ صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کرے اور اپنی زندگی متقیانہ زندگی بناوے تب اس کی ایسی خواہش ایک نتیجہ خیز خواہش ہو گی اور ایسی اولاد حقیقت میں اس قابل ہو گی کہ اس کو باقیات صالحات کا مصداق کہیں۔ لیکن اگر یہ خواہش صرف اس لیے ہو کہ ہمارا نام باقی رہے اور وہ ہمارے املاک و اسباب کی وارث ہو یا وہ بڑی ہی نامور اور مشہور ہو، اس قسم کی خواہش میرے نزدیک شرک ہے۔"

**(ملفوظات جلد 2 صفحہ 310-311، ایڈیشن 2022ء)**

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" ایک اور اہم بات یہ بھی میرے نزدیک انتہائی اہم باتوں میں سے ایک ہے بلکہ سب سے اہم بات ہے کہ بچوں کو پانچ وقت نمازوں کی عادت ڈالیں۔ کیونکہ جس دین میں عبادت نہیں وہ دین نہیں۔ اس کی عادت بھی بچوں کو ڈالنی چاہئے اور اس کے لئے سب سے بڑا والدین کا اپنا نمونہ ہے۔ اگر خود وہ نمازی ہوں گے تو بچے بھی نمازی

بنیں گے۔ نہیں تو صرف ان کی کھوکھلی نصیحتوں کا بچوں پر کوئی اثر نہیں ہو گا...... پھر ایک عام بات ہے جس کی طرف والدین کو توجہ دینی ہو گی۔ وہ ہے اپنے بچوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کریں، انہیں متقی بنائیں اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک والدین خود متقی نہ ہوں۔ یا متقی بننے کی کوشش نہ کریں۔ کیونکہ جب تک عمل نہیں کریں گے منہ کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اگر بچہ دیکھ رہا ہے کہ میرے ماں باپ اپنے ہمسایوں کے حقوق ادا نہیں کر رہے، اپنے بہن بھائیوں کے حقوق غصب کر رہے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر میاں بیوی میں، ماں باپ میں ناچاقی اور جھگڑے شروع ہو رہے ہیں۔ تو پھر بچوں کی تربیت اور ان میں تقویٰ پیدا کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے بچوں کی تربیت کی خاطر ہمیں بھی اپنی اصلاح کی بہت ضرورت ہے۔"

(خطبہ جمعہ 27 جون 2003ء)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ہم مسلمانوں پر احسان فرمایا ہے بشرطیکہ مسلمان اس طرف توجہ دیتے ہوئے اس پر عمل کرنے والے ہوں کہ قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر بچوں کی پیدائش سے پہلے سے لے کر تربیت کے مختلف دَوروں میں سے جب بچہ گزرتا ہے تو اس کے لئے دعائیں بھی سکھائی ہیں اور تربیت کا طریق بھی بتایا ہے اور والدین کی ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ اگر ہم یہ دعائیں کرنے والے اور اس طریق کے مطابق اپنی زندگی گزارنے والے اور اپنے بچوں کی تربیت کی طرف توجہ دینے والے ہوں تو ایک نیک نسل آگے بھیجنے والے بن سکتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بچوں کی تربیت کوئی آسان کام نہیں اور خاص طور پر اس زمانے میں جب قدم قدم پر شیطان کی پیدا کی ہوئی دلچسپیاں مختلف رنگ میں ہر روز ہمارے سامنے آ رہی ہوں تو یہ بہت مشکل کام ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جب دعائیں اور طریق بتائے ہیں تو اس لئے کہ اگر ہم چاہیں تو خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی شیطان کے حملوں سے بچا سکتے ہیں لیکن اس کے لئے مسلسل دعاؤں، اللہ تعالیٰ کی مدد اور محنت اور کوشش کی ضرورت ہے۔ ایک مسلسل جہاد کی ضرورت ہے۔ اور حقیقی مؤمن سے یہی توقع کی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جُڑ کر اپنے آپ کو بھی اور اپنی اولاد کو بھی شیطان کے حملوں سے بچائے نہ کہ مایوس ہو جائے یا تھک جائے اور خوفزدہ ہو کر منفی سوچوں کو اپنے اوپر طاری کرلے۔...جب پاکیزہ اولاد کی خواہش ہو تو اس کے لئے دعا بھی ہونی چاہئے لیکن ساتھ ہی ماں باپ کو بھی ان پاکیزہ خیالات کا اور نیک اعمال کا حامل ہونا چاہئے جو نیکوں اور انبیاء کی صفت ہیں۔ ہر ماں اور باپ کو وہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض دفعہ مائیں دینی امور کی طرف توجہ دینے والی ہوتی ہیں، عبادات کرنے والی ہوتی ہیں تو مرد نہیں ہوتے۔ بعض جگہ مرد ہیں تو عورتیں اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہیں۔ اولاد کے نیک ہونے اور زمانے کے بداثرات سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ اولاد کی خواہش اور اولاد کی پیدائش سے بھی پہلے مرد عورت دونوں نیکیوں پر عمل کرنے والے ہوں۔"

(خطبہ جمعہ 14 جولائی 2017ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بچوں کے لئے عمدہ نمونہ بننے کی توفیق دے۔ آمین

(بتعاون: نعیم اللہ باجوہ۔ آسٹریلیا)